بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

اسلام ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو اس سے آزاد زندگی گذارنا چاہیں ۔ خدا کے احکام کے سامنے عاجزی سے سر جھکا دینے کے بجائے اپنی خواہشات ، اپنے پسندیدہ نظریات اور غیر مسلم اقوام اور ملحدانہ تہذیبوں سے اخذ کردہ تصورات کو اس سے برآمد کرنا چاہیں یا اس میں ٹھونسنا چاہیں ۔ وہ کہ پہلے ایک نظریہ یا تصور یا خواہش کو اپنے لیے پسند کر لیں اور پھر یہ چاہیں کہ اسلام کا ٹھپہ اس پر لگا دیا جائے ۔ وہ کہ جن کی مجموعی زندگیاں اسلامی اوامر و منہیات سے آزاد ہوں اور ایسے دے کے اپنے مطلب کے کسی ایک مسئلے اور نکتے کو اسلامی قرار دینے پر بضد ہوں ۔

اسلام کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ اس کے معنی سر تسلیم خم کر دینے کے ہیں اور اصطلاحاً مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسولؐ کی پیش کردہ شریعت کے سامنے طوع و رغبت سے تذلل و عاجزی کے ساتھ جھک جانے کے ہیں ۔ نہ کوئی گلہ ، نہ شکوہ ، نہ غوغا ، نہ مطالبہ ، نہ جدال ، نہ کشمکش ۔ بندوں کا حق صرف اتنا ہے کہ دین کے تقاضوں کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کریں ۔ اور پھر اگر کوئی ایسا فیصلہ سامنے آئے جو باعثِ تکلیف و نقصان ہو ، یا طبیعت کی ساخت کے مطابق نہ ہو ، یا آباء کی روش کے خلاف ہو ، یا احوالِ زمانہ کے دباؤ کی زد میں آ جاتا ہو تو ان حالات کے علی الرغم اس کو اختیار کریں ۔ ہو سکتا ہے کہ تقاضائے دین و شریعت کے تحت جان تک کی قربانی دینی پڑے یا مال و اولاد اور کھیتوں اور باغوں کے پھلوں کا نقصان اور تجارت کا بحران آزمائش بن جائے یا آج کی سوسائٹی میں اونچا سٹیٹس نہ مل سکے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خلفائے راشدینؓ اور ائمہ محدثین واکابر فقہا اور تمام سلفِ صالحین اور بعد کے ادوار کے مخلصین و صادقین نے بھی مثال قائم کی ہے۔

مسلکِ اسلام کا مفہوم نہ صرف بندگانِ خدا نے صحیح طور پر سمجھا، بلکہ ساری کائنات اسی روش پر چل رہی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات:

— اللہ نے کہا زمین و آسمان سے کہ وجود میں آجاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا کہ ہم آگئے فرماں برداروں کی طرح! (حم السجدہ - ۱۱)

— اور زمین و آسمان میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے سامنے طوعاً یا کرہاً سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ (آل عمران - ۸۳)

— اور زمین و آسمان میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے سامنے طوعاً یا کرہاً[1] سجدہ ریز ہے (الرعد - ۱۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:

— اور جب اُس کے رب نے اس سے کہا کہ جھک جاؤ تو اُس نے کہا کہ میں نے رب العٰلمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ (البقرہ - ۱۳۱)

— اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العٰلمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دوں۔ (المومن - ۶۶)

— پس تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ سو اُسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو۔ (- ۳۴)

— اور کس کا دین اس سے بہتر ہے۔ جو اپنے منہ کے بل اللہ کے سامنے جھک گیا اور وہ (عملی زندگی میں) احسان کیش ہے۔ (النساء - ۱۲۵)

---

[1] سرکش انسانوں اور جنوں کے بھی اجسام و اعمال تمام تر اللہ کے قوانین کے اتنے تابع ہیں کہ باغیوں اور کافروں کو بھی زندگی کے اکثر اُمور میں اُس کے اقتدار کے سامنے سجدہ ریز رہنا پڑتا مگر یہ مجبوراً اطاعت کرہاً کی تعریف میں آتی ہے جس پر جزا نہیں، لیکن مختصر سے دائرۂ اختیار میں خدا نے جو آزادی دی ہے اس میں اکثر لوگ بطوع و رغبت اس کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ (ن۔ ص)

——— کیوں نہیں، جس نے اپنے چہرے (اپنی ہستی) کو اللہ کے سامنے جھکا دیا اور (عملاً) وہ احسان کیش ہے تو اُس کے اللہ کے پاس اُس کا اجر (محفوظ) ہے۔ (البقرہ-۱۱۲)

اسی مفہوم کی بنا پر پر اسلام کا اصطلاحی مفہوم طے پایا۔ اسی معنی میں فرمایا کہ:

——— اے ایمان لانے والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ (یعنی زندگی کا کوئی پہلو خدا کے سامنے جھکا دینے سے مستثنیٰ نہ رکھو)۔ (البقرہ-۲۰۸)

——— میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا ہے۔ (المائدہ-۳)

——— دین (مسلکِ زندگی) تو اللہ کی نگاہ میں بس اسلام ہی ہے۔ (آل عمران-۱۹)

——— اور جو کوئی اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ (اللہ کے ہاں) قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران-۸۵)

اس سلسلے میں آیات بے شمار ہیں اور احادیث مزید برآں، مگر ایک مطلب اتنی ہی آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام انسانوں کا من گھڑت دین نہیں، خود ایجاد کردہ نظامِ حیات نہیں، دانشوروں کا تخلیق کردہ قانون و مسلک نہیں کہ اُس کے متعلق نوچ کھسوٹ کا سلسلہ جاری رہے، ایک اُدھر سے پکڑ کے کھینچے، دوسرا اِدھر سے۔ کوئی ایک طرح کی بات کو اسلامی منوانا چاہے اور کوئی دوسری طرح کے نظریے کو اس میں گھسیٹرنا چاہے۔ ایک فریق اپنی خواہشات اور دوسرا فریق اپنی تمنائیں پوری کرنے کے لیے مگبٹ قسم کی دلیل بازی کریں۔ کوئی جلوس ایک نقطۂ نظر کو لے کر نعرہ بازی کرتا مارچ کرے اور مظاہرین کا کوئی جتھا دوسری طرح کے کتبے اُٹھائے سرِعام آجائے۔

اسلام کے بیان کردہ مفہوم سے ظاہر ہے کہ یہ دین ادب کا تقاضا کرتا ہے۔ آیات و نصوص کا احترام کیا جائے گا اور مسائل کی سوچ بچار نہایت محتاط اور رعایتا نہ یا خدا ترسانہ طریق سے کی جائے گی۔ ورنہ اگر اسلام کو بے باک بحثوں اور بے نہایت مطالبوں کا تختۂ مشق بنا لیا جائے تو پھر سرے سے وہ سپرٹ ہی کہاں رہی جس کے ہونے سے لفظ اسلام میں صحیح معنی باقی رہتے ہیں۔

دین و شریعت کے ادب کے متعلق ذیل کی تصریحات کافی ہوں گی :-

—— اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے پیش قدمی نہ کرو۔ (الحجرات۔۱)

یعنی آگے بڑھنا اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا اور گستاخانہ انداز سے نکتے اُٹھانا خدا و رسولؐ اور ان کے دین و شریعت کے معاملے میں جائز نہیں ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ شور مچا کر باتیں کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ (ان حرکات کی وجہ سے) تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں اس (حادثے) کی خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات۔ ۲)

جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لحاظ سے جانچ پرکھ لیا ہے۔ (الحجرات۔ ۳)

خدا کے دین کا ادب کرنے والوں کا معاملہ قرآن کے ساتھ کیسا ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا ان کو جب یہ قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب، اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔ (مقام سجدہ) (الاسراء ۱۰۷ - ۱۰۹)

اسے (قرآن کو) سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں [۱] (الزمر۔ ۲۳)

اور اے نبیؐ! بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ (الحج۔ ۳۴ - ۳۵)

اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے۔ (الحج۔ ۳۰)

---

[۱] کیا تحریک مساوات و ترقی کی علمبردار خواتین اور ان کے حامی مردوں کو بھی کبھی ایسا تجربہ پیش آیا ہے؟ (ن۔ م)

اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔
(الحج - ۳۲)

یہ زمانہ جب کہ دو تہذیبیں ٹکرا رہی ہیں، حد درجہ نازک دور ہے ایک طرف وہ تہذیب ہے جس کی جڑیں ہمارے سابق آقا اپنے امپیریلزم کے دور میں ہمارے دلوں کے اندر اتار گئے ہیں اور پھر انہوں نے ایک طرف ڈپلومیٹک چالبازیوں اور قرضوں اور ایڈ کے ذریعے ہم پر اپنی غیر محسوس غلامی بدلی ہوئی شکل میں مسلط کی، دوسری طرف ہمارے اوپر حکمرانی کرنے کے لئے اپنے ڈھب کا ایک ایسا زوردار طبقہ ذہنی صلاحیتوں اور عہدوں سے آراستہ کر کے چھوڑا کہ اس سے مسلمان اقوام کا جان چھڑانا مشکل ہوگیا ہے۔ دوسری طرف عالمی پراپیگنڈہ، ذرائع ابلاغ، تعلیمی نظام اور نصابی کتب، علمی لٹریچر، مشرقین کی تحقیقاتوں اور ثقافتی انداز و اطوار، وفود کی آمد اور ماہرین کے تقرر سے ہمیں ذہنی طور پر اتنا زیر کیا ہے کہ بہت عرصے سے دین میں ترمیم و تنسیخ کی کوششیں جاری ہیں اور اب یہ تباہ کن سیلاب ہمارے حرم خانوں کی طرف ٹوٹ پڑا ہے اور عورت کو گھر سے نکال کر پردے سے آزاد کر کے، مساوات و آزادی کی مغربی تحریکوں سے مسحور کر کے، ہماری معاشرت کے مرکزوں کو تباہ کیا جا رہا ہے جہاں ہماری بنیادی قدریں کچھ نہ کچھ محفوظ تھیں۔ وہی عورت جو کل تک اسلامی اقدار کی رکھوالی تھی وہ اب خود طرح طرح کے مطالبے لے کر شریعت اسلام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے تاکہ دشمنِ اسلام اہلِ مغرب کی تمناؤں کے مطابق یا تو سرے سے غلبۂ اسلام کا خواب جامۂ عمل نہ پہن سکے یا شریعت کا ایسا ستیاناس کیا جائے کہ آزادی ہی آزادی باقی رہ جائے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ غیروں کے آلۂ کار بننے والے طبقے خود اس حقیقت سے بھی تو واقف نہیں ہیں کہ وہ کٹھ پتلیاں ہیں بلکہ انہیں زعم ہے کہ وہ جدت اور ترقی کے نقیب ہیں۔

اب ان کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اسلام جو انقیاد (اللہ) کا دین ہے اس میں اجتہاد کے نام پر کچھ ایسی ایجادیں کی جائیں کہ ماڈرن دین کے پیڑ پر مغربیت کے برگ و بار آنے لگیں۔

یہ صورتِ حالات کہ دین کے مسخ و تحریف کے تقاضے اٹھنے لگیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آئی تھی۔ مخالف لوگ کہتے تھے کہ یہ قرآن اور دین تو بہت سخت ہے کوئی اور قرآن لائیے یا اس میں کچھ ہمارے رجحانات اور وقت اور ماحول کے تحت تبدیلی کر لیجئے۔ اس پہ خدا تعالیٰ نے یہ جواب دلوایا :۔

—— اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ (آخرت میں) ہم سے ملاقات کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجائے کوئی اور قرآن لے آ، یا (ذرا اجتہاد کر کے) اسے تھوڑا بہت بدل دو۔ (تاکہ ہمارا بھی گزارا ہو سکے) ان سے کہہ دیجئے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے کہ میں اسے اپنی مرضی سے بدل دوں، میں تو صرف اس چیز کا پیروکار ہوں جو مجھ پہ وحی کی جاتی ہے (اس معاملے میں) اگر میں کوئی نافرمانی کروں تو میں یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (یونس - ۱۵)

—— اور آپؐ ان کے درمیان اس (قانون) کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی (یا لحاظ) نہ کیجئے اور ہوش رہے کہ یہ لوگ خدا کے نازل کردہ (قانون) کے کسی حصے کے متعلق آپؐ کو فتنہ میں ڈال کر ذرہ برابر منحرف نہ کر پائیں پھر اگر وہ روگردانی کریں تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہی چاہتا ہے کہ انہیں ان کے بعض جرائم کے نتائج سے دوچار کرے اور یقیناً لوگوں میں سے بہت زیادہ تعداد فاسقین کی ہے۔ (المائدہ - ۴۹)

—— نہیں نہیں! اے محمدؐ آپ کے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات (اور اختلافی مسائل میں) یہ آپؐ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں[1] (النساء - ۶۵)

—— اے پیغمبرؐ! آپ کے ملئے باعثِ رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی

---

[1] ۔ یہ آیت مسلمانوں سے متعلق ہے اور ان سے شرطِ ایمان کے طور پہ چاہا گیا ہے کہ نہ صرف حضورؐ کو حکم تسلیم کر لیں بلکہ فیصلوں کو بے چون و چرا قبول کر لیں اور ان کے دلوں کے اندر بھی کوئی تنگی یا بے اطمینانی باقی نہ ہو۔ یہ ہے خدا اور رسولؐ کو شارع ماننے کا انداز، کجا یہ کہ احادیث تو الگ رہیں قرآن کی آیات کے خلاف ہنگامہ آرائی کی جاتی ہے۔ (ان - ص)

دکھا رہے ہیں، خواہ وہ ان میں سے ہوں کہ جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے، ان میں سے جو یہودی ہیں........ وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا ایسا حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو........ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا۔ (المائدہ – ۴۱)

—— اگر یہ آپ کو وحی کردہ تعلیم (دفانون) کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کر سکیں کہ آپ ہمارے ذمے اس (نازل کردہ وحی) کے خلاف افترا باندھیں تو وہ یقیناً تم کو اپنا دوست بنالیں گے۔" (الاسراء – ۷۳)

—— اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ اُن کی طرف ذرا سا جھک جاتے۔ (الاسرا – ۷۴) اس صورت میں ہم آپ کو زندگی میں موت کے بعد کا عذاب چکھاتے، اور آپ اپنے حق میں ہمارے سامنے کسی کو مددگار نہ پاتے"۔ (الاسرا – ۷۴)

—— کیا یہ لوگ دورِ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں تو (کہہ دیجیے کہ) یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ دینے والا کون ہے۔ (المائدہ – ۵۰)

تہذیبوں کی آمیزش کو سامنے رکھتے ہوئے کئی مقامات پر اللہ نے مسلمانوں کو انتباہ کیا ہے اور یہود سے گہرا رابطہ رکھنے کو نہ صرف جنگی اور سیاسی حالات کے لحاظ سے روکا گیا، بلکہ فکری اور ثقافتی اثرات سے بچنے کے لیے بھی۔ ملاحظہ ہو:

—— اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو ہمدم و دمساز نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ہم دم ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ قلبی رابطہ رکھے تو پھر وہ انھی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظلم کیشوں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ – ۵۱)

دوسرے نظریوں اور دوسری تہذیبوں، دوسری تحریکوں اور دوسری معاشرتوں میں جذب ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سخت انتباہ کیا ہے، بلکہ اُن کی لازمی شان ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص عقاید و اقدار اور قوانین و اطوار کی گواہی دے کر اپنے جداگانہ وجود کا مظاہرہ کریں۔ باہر سے لا لا کر طور طریقے اسلام میں لا ڈالنے کے خلاف حکم ہے کہ ولا تلبسوا

الحق بالباطل - اغیار کے اطوار سے التباس پیدا نہ کرو۔

لوگوں کی ایک خاص قسم کا تذکرہ قرآن نے یوں کیا ہے:

——— اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اگر فائدہ ہو تو مطمئن ہوگیا اور جو کوئی مصیبت آگئی تو اُلٹا پھر گیا۔ اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ (الحج - ۱۱)

یہ کردار آجکل بہت عام ہے کہ دین کے جو تقاضے پسندیدہ، آرام دہ اور فائدہ مند معلوم ہوتے اُن پر عمل کر لیا اور جن باتوں کو باعث مشکل پایا اور اُن سے رُوگردانی کر لی، بلکہ اب تیسری صورت یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اپنی مرضی کا حکم نہ ملے تو پھر طبقاتی اور سیاسی دباؤ ڈالا جائے کہ حکم ایسا اور ایسا ہونا چاہیے۔

اسی کردار کی وہ انتہائی شکل ہے جو منافقین میں پائی جاتی تھی کہ وہ تحریک اسلامی سے تعلق بنائے رکھتے تھے، مگر اس تحریک کی قرآن نے تیز بارش سے مثال دی ہے کہ جس میں تاریکیاں بھی ہیں (یعنی مشکلات) اور بجلی کی چمک اور کڑک بھی ہے (یعنی جہاد کی دعوت بھی) ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو وہ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ وہ ان کی قوتِ بصارت کو اچک لے گی، اور کڑکا ہوتا ہے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اُن کے عملی اقدام کا حال یہ بتایا گیا ہے کہ:-

——— جب ذرا کچھ روشنی انہیں محسوس ہوتی ہے تو اُس میں کچھ دُور چل لیتے ہیں اور جب اُن پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (البقرہ - ۹)

کچھ ایسا ہی حال ہمارے دَور کے مجتہدین کا ——— مردوں اور عورتوں کا ——— ہے کہ آسانی ملے تو دو قدم اسلام کی راہ پر بھی چل لیے اور مشکل پیش آئی یا کوئی بات ناپسند ہوئی تو ٹھٹک کر رہ گئے۔ یعنی کڑوا کڑوا تھُو، میٹھا میٹھا ہپ۔

اس تفصیل میں مزید آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ دو آیات بطور آئینہ ہم میں سے

ہر فرد کے لیے کافی ہیں -

اب تک بات قرآن کی ہوئی ، اور اسی قرآن نے کہا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء ـ ۸) - پھر حضورؐ کو تعلیم آیات کے علاوہ ، تعلیم حکمت قرآن ، تبیین قرآن اور تعلیم دین کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے بھی مامور کیا گیا -

پس حدیث (سنت) بھی لازمۂ دین ہوگئی - قرآن میں اس کے دلائل بے شمار ہیں اور صحابہؓ کی سوسائٹی ، خصوصاً خلفائے راشدین اور بعد کے جمیع علمائے صالحین کا عملی رویہ یہی رہا کہ انہوں نے قرآن اور احادیث صحیحہ کو نص مانا - ان دلائل کو دہرانے کی اس وقت شاید ضرورت نہیں . اگر کوئی صاحب اس بارے میں الجھن میں ہوں تو وہ مشہور کتاب منصب رسالتؐ (از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) ملاحظہ فرمالیں -

علاوہ ازیں قرآن میں بھی اور احادیث میں بھی تفقہ فی الدین کی ایک اصطلاح استعمال ہوئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی نصوص کے حدود میں غور و خوض کر کے مزید نتائج مستنبط کرے - حضورؐ نے محض قاریوں کے مقابلے میں اہل تفقہ کو ترجیح دی ہے ، اہل تفقہ کی شان ایک تو اس آیت میں بیان ہوئی ہے :-

اور ان تک امن یا خوف کے متعلق کوئی اطلاع آتی ہے تو وہ اسے اِدھر اُدھر پھیلاتے ہیں اور اگر وہ رسول اللہ اور اپنے اہل امر کے سامنے پہنچا دیتے تو وہ لوگ اس میں سے (حقائق کا) استنباط کر لیتے - (النساء ۸۳)

یعنی جنگ و صلح یا اجتماعی اہمیت کے دوسرے جو بھی معاملات اور مسائل پیدا ہوں ان کو یونہی پھیلا کر ان پر بحثا بحثی شروع نہیں کر دینی چاہیئے بلکہ (رسول اللہ کے بعد) انہیں ایسے اولی الامر کے سامنے لے جانا چاہیئے جو واقعات و احوال میں سے امور ضروریہ اور حقائق قطعیہ کا استنباط کر سکیں - شرعی استنباط کی ذمہ داری ہر کہ و مہ کا کھیل نہیں ہو سکتی -

اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور

سب اہلِ علم جو راستی اور انصاف پہ قائم ہیں اس پہ گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ (آل عمران - ۱۸)

یہاں "اولوا العلم قائماً بالقسط" کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بڑے اہم ہیں یعنی ایسے پابند انصاف، قائم بہ عدل اور بے تعصب، اہلِ علم کی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی الٰہیت کی صداقت کے لئے خود شمار کیا ہے۔

راسخون فی العلم کا استعمال۔ (النساء ۱۶۲)

پس دین میں مقامِ اعتبار اگر حاصل ہے تو ایسے اہلِ علم کو ہے جو "قائماً بالقسط" کی تعریف پر پورے اترے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اپنی خواہشوں اور احکامِ حق میں ہی تمیز نہ کر سکیں اور جو ایک حملہ آور تہذیب کے رجحانات کی کجی کو پہچان نہ سکیں، وہ اگر کسی معاملے میں دعویٰ پیش کریں گے یا گواہی دیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا

ہر علم کی طرح اور ہر قانون کی طرح اسلامی شریعت کے تفصیلی احکام اخذ کرنے اور مختلف نو پیش آمدہ معاملات میں اجتہاد کرنے کے لئے بعض خاص صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے حضرت معاذ بن جبل والی مشہور عام حدیثِ فقہ واجتہاد کا ذکر کرنے والے اصحاب کو یہ بھی شاید معلوم ہوگا کہ خود قرآن کا جاننا کارے دارد ہے۔ لغت اور صرف و نحو کی ضروری بات تو رہی الگ، ناسخ منسوخ کا علم، خاص کو عام کرنے اور عام کو خاص کرنے والی آیات کا علم، شانِ نزول اگر واضح ہو تو اس کے ذریعے معانی کے تعین کی روشن صورتوں کا علم، عبارۃ النص سے کچھ احکام نکلتے ہیں، کچھ دلالۃ النص سے نکلتے ہیں، کچھ اشارۃ النص سے نکلتے ہیں ان اقسامِ احکام کا علم سورتوں اور آیتوں کے زمانہ نزول اور اس وقت کے تاریخی احوال کا علم یہ سارا کچھ جمع کرنے کے بعد حضرت معاذ بن جبل کے راستے پر چلنا ممکن ہے۔

علاوہ ازیں احادیث کا وہ علم بہ لحاظ سلسلۂ روایت، بلحاظ سلسلہ درایت، کمزور سلسلۂ روایت پر گرفت کرنے کے لئے اسماء الرجال کا علم، احادیث میں ایک ہی امر کے لئے کئی طریقہ ہائے عمل کے

جواز کا علم، روایات کے تعارض کو رفع کرنے کی صلاحیت، ناسخ منسوخ کا علم، راویوں کی عمروں کا علم، اُن کے عقل و حافظہ کا علم، اُن کے کردار کا علم، اخبارِ آحاد کو قبیح بنانے والے دوسرے عوامل کا علم، کسی کمزور روایت کو صحابہ اور خلفائے راشدین کی عملی سنّت سے تقویت ملنے کا علم، یہ ساری چیزیں بڑی محنت طلب ہیں۔

پھر جن ائمہ فقہا نے فقہ کی عمارتیں کھڑی کی ہیں، ان کے اختیار کردہ (بلکہ استنباط کردہ) اصولوں کا تجزیہ، ان اُصولوں کے انطباق کی مختلف مثالوں کا جائزہ۔ ان اُصولوں سے پیدا ہونے والی مشکلات اور ان کا حل، پھر سارے ائمہ فقہا کے الگ الگ سسٹم کا شعور، پھر یہ جاننا کہ اُن کے متفق علیہ معاملات کیا ہیں۔

علاوہ ازیں عہدِ رسالت سے اب تک کا تعاملِ مسلسل یا دوسرے پہلو سے علمی و فکری اجماع بجائے خود ایک بھاری قدر و قیمت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میری اُمت (خصوصاً اس کے علما) ضلالت پر کبھی مجتمع نہ ہوگی۔ نیز قرآن کا یہ کہنا کہ:

——— مگر جو شخص رسولؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہو، اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درآں حالے کہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو، تو اُس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ (النساء - ۱۱۵)

یعنی اگر رسولؐ کے حدودِ اطاعت کے اندر ہو تو اہلِ ایمان کا اختیار کردہ طریقہ بجائے خود ایک حجت رکھتا ہے اور جو کوئی اسے چھوڑ کر، کوئی الگ رُخ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلائے گا۔ یہاں تک کہ اُسے جہنم میں جھونک دے گا۔

اہل علم نے اس آیت سے اجماع کا مفہوم اخذ کیا ہے۔ یعنی قرآن کے اتباع اور رسولؐ کی اطاعت کے اندر رہتے ہوئے جو سبیل بھی کسی معاملے میں جمیع اہلِ ایمان اختیار کریں اُسے ہر مسلمان کو قبول کرنا چاہیے۔ خصوصاً اگر کوئی طریقہ یا مسئلہ صحابہ کی سوسائٹی، خلفائے راشدین اور جمیع محدثین و فقہا کا متفق رہا ہو اس میں کوئی نیا راستہ نکالنا غلط ہے۔

ائمہ فقہاء نے قرآن کی ہر آیت کے ایک ایک لفظ کو جانچا ہے۔ محدثین کے ساتھ انہوں نے بھی ہر روایت کو کسوٹیوں پر پرکھا ہے۔ اور اس کے راویوں کا پورا پورا جائزہ لیا ہے، آیات و احادیث کے پس منظر کو سامنے رکھا ہے۔ ان کے انطباق کی جو مثالیں دَورِ نبوت اور دَورِ خلافتِ راشدہ میں پیش آئی ہیں، اُن پر کاوش کی ہے۔ اور پھر وقت کے حاکموں کی گرفت سے اپنے علم کو آزاد رکھنے کے لیے انہوں نے کوڑے کھائے ہیں اور جیلیں بھگتی ہیں، پھر اپنے ماحصلِ علم و اجتہاد کو علماء اور طلبا کی کھلی مجلسوں میں پیش کیا ہے تب جا کر ان کے کام کو وہ مقام ملا ہے جو آج ہمارے سامنے ہے۔

پھر اس سارے سرمایۂ علومِ قرآن و حدیث و فقہ کو محفوظ رکھ کر آگے منتقل رکھنے والے قابلِ فخر کردار کو آج مولوی اور ملا کہہ کر اس لیے گالیاں دی جاتی ہیں کہ وہ اہلِ طلب کے حسبِ منشا فیصلے نہیں دیتا۔ یہ وہ کردار ہے جسے انگریز نے عزت و سربلندی کے مقام سے اُتار کر نیچے دے پٹخا۔ مگر اس نے مایوس ہو کر دم توڑ دینے کے بجائے روکھی سوکھی کھا کر اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنا فریضہ نہایت کٹھن حالات میں انجام دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دین و شریعت کے اتنے رازداں اور علمبردار چاروں طرف موجود ہیں کہ دلیل اور بینۃ کی رُو سے کسی غلط امر کے لیے کسی کی پیش نہیں جاتی۔

اس قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے تو دیت کے مسئلے پر وہ خواتین اُٹھیں جن کے میک اَپ اور نمائشِ زینت نے پہلے ہی معاشرے میں دھوم مچا رکھی تھی۔ اب وہ دلیل و بینہ کی راہ چھوڑ کر مظاہرے کرنے اور جلوس نکالنے پر اُتر آئی ہیں۔ یہ گروہ جس کو قرآن میں حکمِ ستر و حجاب نہ ملا اور حدیث میں اخفائے زینت کی تاکید نہ ملی، جس نے آج تک کبھی کوئی کارنامہ اسلام کے حق میں اور مغربیت کے خلاف انجام نہ دیا، جس نے رقص و سرود کی مخلوط محفلوں کو زینت بخشی، جس نے قطاروں میں کھڑے ہو کر باہر سے آنے والے اغیار کا پوری نمائشِ حُسن کے ساتھ استقبال کیا، جس کے لیے سر پہ دوپٹہ ٹکانا مشکل ہو رہا ہے، جن کے گھروں میں موجودہ دَور کی ساری فضولیات کا دَور دورہ ہے، جن میں سے بعض کو نمازوں کی توفیق نہ ہوتی ہوگی، انہیں "اسلام کے قانونِ دیت" کی تصحیح کے لیے سخت بے تابی لاحق ہوگئی ہے۔ جیسے اسلام میں

یہی ایک حکم نازل ہوا تھا اور یہ درست ہو جائے تو پھر سب ٹھیک ہے۔

اِن سے زیادہ افسوسناک وہ حضرات ہیں جنہوں نے ان کی حمایت کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔ چوہدری الطاف حسین اور سعید حسن صاحب پر تو کچھ زیادہ گلہ نہیں، جناب خالد اسحاق جیسے صاحبِ مطالعہ اور شرافت کیش قانون دان کا اس سطح پر آتر آنا کہ انہوں نے خلفائے راشدین اور چاروں ائمہ کرام اور تمام مشہور علمائے صالحین کے مقابلے میں پوری اُمت میں سے دو ایسے افراد اصم اور ابن علیہ کو ڈھونڈ کر لا کھڑا کیا ہے، جو معتزلی ہیں جو کمتر سطح کے عالم ہیں۔ اور اُن کے حوالے سے ہمارے سرمایۂ علوم و فقہ میں کوئی خاص اضافہ ثابت نہیں ہے۔ خالد اسحٰق صاحب بڑی وسیع "اسلامی" لائبریری کے مالک ہیں، وہ پہلے ان دونوں حضرات کے حالات تو تفصیل سے پڑھ لیتے۔ خالد اسحٰق صاحب اپنی اس منفردانہ رائے پر اصرار کرتے ہوئے آگے بڑھنے کے بجائے بہتر ہے کہ اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل کر لیں۔ جدید خواتین اور ان کا حامی طبقہ دنیا میں ان کا نام اچھال سکتا ہے، اپنے اثر سے کام لے کر ان کو کوئی رتبہ و جاہ دلوا سکتا ہے، مگر آخرت میں خدا کی گرفت سے یہ لوگ نہیں بچا سکتے، بلکہ ان کو تو خود اپنی پڑی ہوگی۔

دوسری طرف ایک فیصد خواتین جن میں افسروں اور بڑے ماڈرن گھروں کی بیگمات شامل ہیں، انہوں نے عائلی قوانین کے سلسلے میں بھی اپنے مطالبات ایوب صاحب سے منوا کر ان کی جبریت کے ڈنڈے کے زور سے جاری کرائے، پھر بھٹو صاحب جو ایسی خواتین پر زیادہ ہی مہربان رہے ہیں، انہوں نے بھی ان خواتین کو نہ چھیڑا، اور اب صدر ضیاء الحق صاحب نفاذِ اسلام کا بڑا طوفانی پروگرام لے کے اُٹھے مگر عورتوں کی "فوج" کے آگے ان کا آہنی جذبۂ ایمانی بھی موم ہو گیا۔ اور انہوں نے قوانین کو شرعی سانچے میں ڈھالنے کے لیے جو اسکیم شروع کی اُس میں عائلی قوانین کو فوق الشریعت (یعنی اسلامی کونسل، اسمبلی، وزارتوں، عام اور شرعی عدالتوں اور مختلف کمیٹیوں اور بورڈوں کی دسترس

سے باہر رکھا۔

اب پھر یہ خواتین اخباری پروپیگنڈے، مذاکروں اور قراردادوں اور مظاہروں (جن کے پیچھے چاہے کتنی ہی کم تعداد پائی جاتی ہو) موجودہ مارشل لا حکومت پہ یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ وہ ان کو ان کے مغربی تصورِ مساوات کے مطابق شہادت اور دیت وغیرہ کے شرعی قوانین کو بدل کے دے۔ یعنی ایک بار یہ چیزیں جبریت کی فضا میں نافذ ہو جائیں تو پھر اور کس کی جرأت ہو گی کہ وہ ان کے فیصل شدہ "حقوق" میں ردّ و بدل کر سکے، یہ لَے اس حد تک بھی بڑھی ہے کہ عام گفتگوؤں میں بعض افراد نے تو یہ تک کہا کہ اگر شریعت ہمیں یہ حقوق نہیں دیتی تو پھر ہم قرآن و حدیث کو کیا کریں۔

اب ذرا ان خواتین کے جذبات کی آئینہ دار ایک نظم بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مئی ۱۹۸۳ء کے ہیرالڈ میں سعیدہ گزدر کی شاعری پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اور اس میں جس شہپارے کو خاص عقیدت و احترام سے پیش کیا گیا ہے، تبصرہ نگار نے یوں تعارف کرایا ہے:

"قانونِ شہادت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے جو جنسی عدم مساوات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے، سعیدہ گزدر، اس کے متعلق اپنی نظم "گواہی" میں لکھتی ہیں:۔

"تم مجھ سے انسان کا درجہ چھینتے ہو
میں تمہیں جنم دینے سے انکار کرتی ہوں
کیا میرے جنم کا مصرف یہی ہے
کہ پیٹ میں بچہ پلتا رہے۔
تمہارے لیے اندھے، بہرے، گونگے
غلاموں کی فوج تیار ہوتی رہے۔
تم وہ کہتے ہو
ہم دو کروڑ عورتیں[1]

[1] کیا ان محترمہ نے ان دو کروڑ عورتوں سے پوچھ لیا ہے کہ وہ شریعت (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس ظلم اور جبر کے خلاف
گواہی دیں گے
جو قانونِ شہادت کے نام پر
تم نے ہمارے سروں پر مارا ہے"۔

قانونِ خدا، قرآن کی آیت میں صریحاً مذکور ہے! اور الزام ان لوگوں پر جو اس قرآن اور اس کے پیش کرنے والے رسولؐ اور اس کے ارشادات اور نمونے پر عمل کرنے والے خلفائے راشدین، محدثین فقہا اور تمام علمائے سلف کے اس تسلسل اور اجماع کو پیش کیا ہے۔ دراصل علماء کو "تم" کے لفظ کا جامہ پہنا کر سامنے رکھا گیا ہے اور ہدف اصلاً خدا اور رسولؐ اور ان کی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پستی سے ہم سب کو بچائے اور خاک اس مغربی تصور مساوات پر جس کے یہ معنی ہوں کہ مختلف افراد میں تخلیقی، دماغی، مالی، تعلیمی، عدالتی، انتظامی، تعیناتِ کار، دائرہ ہائے کار، آمدنیوں، مصارف، جرائم، مشاورت کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہ ہو۔ ایک دیہاتی اور غیر تعلیمیافتہ احمق اور شائستہ صاحبِ علم شہری سب کو تمام معاملات میں دخل دینے کے مساویانہ حقوق دے دیئے جائیں۔

ماڈرن عورتوں کی اس فوج کے پیچھے کرسی نشین اور قلم کش لادینیت پسندوں کی ایک بھاری قوت کام کر رہی ہے۔ آج ہی نوائے وقت میں محترم ابن الحسن صاحب کے یہ الفاظ حقیقت کو واشگاف کر کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ:

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کے بارے میں کیا کہتی ہیں اور وہ کسی کو جنم دینے سے انکار کرتی ہیں یا نہیں۔ کیا وہ بھی شہادت میں برابری کے لیے "گواہی" دیتی پھرتی ہیں۔ محترمہ کو ان ۵ ہزار خواتین ہی کا خیال کرنا چاہیے جنہوں نے پچھلے دنوں کراچی کے جلسہ عام میں ان کے نقطۂ نظر کے خلاف فیصلے کیے ہیں۔ آخر ان کے پیچھے بھی تو عورتوں کی کوئی تعداد ہوگی۔ سعیدہ گزدر صاحبہ تنہا دو کروڑ عورتوں کو لے اُڑیں تو یہ "ذہنی اغوا" ہے۔

"وہ افسر شاہی جو ایوب خاں کے دور میں جبر و قدر کے امکانات سے روشناس ہوئی تھی، ذوالفقار علی بھٹو کے زمانوں میں آئین قضا و قدر سے آشنا و اقف ہوگئی کہ ۱۹۷۷ء کے مارشل لا کے طفیل مختارِ کل بن گئی۔ افسر شاہی کے اس مکمل تسلط نے ایک عجیب اور ناگفتہ بہ صورتحال پیدا کر دی ہے کہ وہ ہر چیز جس کے ذریعے پاکستان کو فکری، قومی اور اخلاقی ترقی حاصل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے سب سے اول عمالِ حکومت اور سرکاری مشینری کو ناقابلِ قبول ہوتی ہے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی اوامر و نواہی کا نفاذ، قرآنی احکامات کی پابندی، اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے زندگی کے اصولوں کی بندے کے جاری کئے ہوئے اصولوں پر فوقیت، اسلامی قوانین کا اجراء، قومی زبان کو نظامِ تعلیم اور زندگی میں اختیار کرنا، مغربی طرزِ معاشرت، معیشت اور تعلیم میں قومی ضروریات کے مطابق ایسی تبدیلیاں لانا جن سے قومی زندگی میں خود اعتمادی اور توازن قائم کیا جا سکے۔ ان تمام کوششوں کی طرف صدرِ مملکت لاکھ شدت، وضاحت، قطعیت اور خلوصِ نیت سے اظہارِ خیال کریں، اس کی طرف توجہ محض مروتاً اور شرماً حضوری کے تحت ہی ہوگی۔ ہر وہ تجویز جو چلتے ہوئے نظام اور طریقۂ کار کی تبدیلی کے متعلق پیش کی جاتی ہے، تحقیر اور تشکیک کا شکار ہوتی ہے، افسر شاہی کے فعال اور باثر حلقے اسے اس طرح فائل کی غلامی میں دے دیتے ہیں کہ وہ تجویز یا تو تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے یا اس شکل میں مسخ ہو کر سامنے آتی ہے کہ نئے مسائل اور برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ آج کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ پاکستان میں کسی قسم کی تبدیلی جو پاکستان کے قومی تقاضوں یا اسلام کے احکامات سے ہم آہنگ ہو ناممکن العمل ہے کیونکہ اس قسم کی ہر تبدیلی سے کوئی بہت بڑا سانحہ، بہت بڑی آفت، بہت بڑا بھونچال آجائے گا۔

(نوائے وقت لاہور، ۲ جون، ادارتی صفحہ)

بہت اچھی تصویرِ حالات ہے۔ اِس قوت کو تو معاشرے میں اٹھنے والی ایسی اختلافی لہروں کی برابر ضرورت ہے اور خصوصاً اسلام کے متعلق اسے یہ پسند ہے کہ مزاحم ذہنیتیں سامنے آئیں ورنہ

کم سے کم ہر معاملے میں انتشار انگیزی کے غبار اُٹھتے رہیں۔ اس کام میں تفرقہ پرداز مولوی بھی، سیکولرازم کے لیڈر بھی اور نفع اندوز اخبارات بھی ان کا پورا پورا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

اس بیوروکریسی کا ایک ہتھکنڈہ یہ ہے کہ پہلے ایک معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل کو دیا جاتا ہے اس کا فیصلہ پسند نہیں آتا تو پھر ایک کمیٹی بنا دی جاتی ہے پھر کمیٹی کا فیصلہ مجلسِ شوریٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے جہاں سے وہ مسترد ہو جاتا ہے پھر ایک اور وسیع تر کمیٹی بنا دی جاتی ہے اور پھر ایک اور انتشار انگیز رپورٹ آجاتی ہے۔ رہے سہے امور وفاقی شرعی عدالت کو تفویض کر دیئے جاتے ہیں۔ سیدھی سی بات کو اس طرح جان بوجھ کر الجھایا جاتا ہے اور اس کے لئے کمیٹیوں میں طرح طرح کے افراد کو چن چن کر شامل کیا جاتا ہے۔

اور نیک دل، مبر کمیشن صدر صاحب کے متعلق بھی محترم ابن الحسن کی بات سن لیجئے:

"صدر صاحب اس افسر شاہی پر ایسا اعتبار کرتے ہیں اور اس کا ایسا لحاظ اور پاسداری کرتے ہیں کہ اس کی گذارشات پر اور کانفرنسوں اور فائل پر کلیتہً اعتماد کرتے ہوئے سارا نظم و نسق اس کی مرضی اور حکمتِ عملی کے مطابق چلتا ہے۔"

آخری الفاظ:۔

"آج کی قومی زندگی میں ایک جابر و قاہر افسر شاہی کے زبردست صابر و شاکر صدرِ مملکت، اور ایک اتنی ہی صابر و شاکر قوم اللہ سے دست بدعا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہمیں ہمارے اصل حکمرانوں اور غالبوں سے نجات عطا فرمائیے۔

یہ ہے اصل قوت اور اس کے ساتھ وہ ملحد اور اشتراکی دانشور اور غیر پرست اور علاقہ پرست لیڈر، تعلیم، اخبارات، ادب اور تقاریب کے ذریعے ہم آہنگی کا رشتہ رکھتے ہیں، اس ساری مجموعی قوت کی وہ تو ایک ذرا سی جھلک ہے جو آپ کو ان خواتین کی صورت میں نظر آئی ہے جن کی آواز براہِ راست شریعت سے ٹکرا رہی ہے۔

ہمارے ہاں حاکمیت اور قانون کا سرچشمہ عوام نہیں ہیں، ہماری قانون سازی نصوص کے دائرے

میں نہیں، صرف مباحات اور نئے استنباطی و اجتہادی امور کے بارے میں ہم نصوص اور اجماع سے ٹکرائے بغیر فیصلہ کر سکتے ہیں، یہاں مغربی اور برطانوی لادین جمہوریت کا سادہ طریقہ نہیں چل سکتا کہ لوگ داشتائیں رکھنے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے قانون بنوالیں، وہ زنا بالرضا کو جائز قرار دلوالیں، وہ جب چاہیں ہم جنسیت کو پارلیمنٹ سے حلال تسلیم کرا کے ہم جنسی شادیاں کھلم کھلا کرنے لگیں۔ اور اب تو ساسوں اور بہوؤں سے شادی کرنے کو جائز کر لیا جا رہا ہے۔

وہاں کی عورت مساوات حاصل کر کے جن اونچی ہواؤں میں اڑتی ہے ان کی وجہ سے مرد اب اسے نکاح میں لینے پر آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔ وہ برسوں مردوں کے پیچھے دوڑتی ہے ان کے ساتھ "تجرباتی ازدواج" کا عارضی دور (۲، ۳ یا ۴، ۴ سال) گزارتی ہے مگر آخر کار اسے کوئی نیا تجربہ کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی عورت اب شوبزنس، بدکاری اور جرائم اور جنسی گندگی سے بھری ہوئی بلیو فلموں میں کام کرنے کے لئے سرمایہ داروں کے استحصال کا سستا شکار بن گئی ہے۔[1]

معزز خواتین کرام! آج جس سڑک پر سفر کا آغاز بڑا معصومانہ سا دکھائی دیتا ہے آگے چل کر وہ بڑی ذلتوں اور گندگیوں کے گڑھوں میں گراتی ہے جہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں ہوتی۔

پس بی بیو! مادہ پرست قوموں کی ملحدانہ تہذیب و معاشرت کی نقالی سے بچو، یہ ترقی کی راہ نہیں، تباہی اور رسوائی کی راہ ہے۔ اس سے بچو اور مناسب وقت پر بچ نکلو!

اس طویل تحریر کو ختم کرتے ہوئے میں صرف ایک انتباہ دینا چاہتا ہوں۔

جس ملک کی تشکیل اور جس آزادی کا حصول اسلام اور خدا و رسولؐ کے نام پر کیا گیا تھا اس میں اب اگر خلاف شریعت اعمال ہی نہیں، مخالفِ شریعت مظاہرے اور احتجاج بھی ہونے لگیں اور حکم و

---

[1] علاوہ ازیں وہ عام ہوسناکی کا شکار بھی ہے شاید آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی کی اس رپورٹ کی خبر پڑھی ہو کہ برطانیہ کے عظیم مساواتی معاشرے کی اس اعلیٰ مخلوط درسگاہ میں ساڑھے تین سو لڑکیوں اور خواتین کو دباؤ کے تحت پروفیسروں اور منتظمین نے نشانۂ ہوس بنایا (وہ تعداد الگ ہے جو از خود شکار ہوتی ہے) تحریک کی گئی ہے کہ مخلوط نظامِ تعلیم کو ختم کیا جائے۔ ان تجربات کے باوجود انہی معاشروں کی تقلید؟ استغفر اللہ! (ن - ص)

قانون کو اس کے معتمد علیہ جاننے والوں سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے بجائے دین کے اندر مسخ و تحریف کا تقاضا کیا جانے لگے اور عین اس وقت جب دھوم دھام سے نفاذ شریعت کا اعلان کرنے کے بعد نفاذ شریعت ہی کی راہ میں محض جذباتی روڑے اٹکائے جانے لگیں تو بڑی بھاری آزمائش کی بات ہے۔ ایسا معاشرہ خدا کی گرفت کے خطرے میں ہے۔ کیا تم لوگ بھول گئے جانوں اور عصمتوں کی اس تباہی کو جو تشکیل پاکستان کے وقت بھگتی تھی اور جسے قسط بہ قسط بھارت کے مسلمان بھگت رہے ہیں؟ کیا تم لوگ بھول گئے اس ذلت آمیز شکست کو، دشمنوں کی سازشوں اور اپنی نالائقیوں کے علاوہ ہماری اسلام گریز پالیسی پر ایک گرفت تھی جو جس کے نتیجے میں ۹۰ ہزار افراد لمبی مدت تک مصائب کیمپوں کے غیر انسانی حالات میں اسیر رہے اور جہاں معزز گھرانوں کی خواتین کو گندی نالیاں صاف کرنی پڑیں؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ ہم آج مشرق اور مغرب دونوں طرف سے ایسی طاقتوں میں گھرے ہیں جن میں کوئی بھی اگر ذرا سا بہانہ پیدا کر کے حملہ آور ہو جائے تو یہ حملہ ایک عذاب ہوگا۔ کیا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس وقت شہادت اور دیت کے شرعی قوانین پر لڑنے والی جدید خواتین کے ناموس کیسے شدید خطرے میں ہوں گے اور پوری قوم کی جانوں اور عصمتوں پر کیا آفت آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی شدید گرفت سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہماری دفاعی قوتوں کو مضبوط اور ہمارے جذبہ جہاد کو سربلند رکھے۔

بہرحال خدا اور رسولؐ کی شریعت کو مذاق بنانا، اس کے متعلق بات بات پر لڑائی چھیڑنا اور الجھنیں پیدا کرنا، دریافتِ حقیقت کے بجائے اپنی بات نظامِ دین میں ٹھونسنے کی مساعی، اور حقیقت سامنے آنے پر سرِ تسلیم خم کر دینے کے بجائے خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کو کھلونا بنا لینا ایسی حرکات ہیں کہ اگر لوگ ان سے توبہ نہ کریں گے اور باز نہ آئیں گے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا اور رسولؐ سے اس طرح کا معاملہ کرنے والی مسلمان قوم جس نے آزادی اور جداگانہ مملکت کا حصول ہی نفاذِ اسلام کے لیے کیا ہو وہ کس طرح اور کب تک خدا کی گرفت سے بچی رہ سکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اور دوسرے تمام عناصر پر رحم فرما کر ہمیں دین حق اور شریعت مطہرہ کی پیروی اور صحابہ اور محدثین اور ائمہ فقہا اور جملہ علمائے صالحین کے ادب کی توفیق دے۔

آئندہ صفحات میں عورتوں کے حوالے سے دیت کے قانون پر جو بحث کی جا رہی ہے، اس پر علمی استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ سلیم الطبع لوگوں کو اس سے پوری رہنمائی مل جائیگی اور اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ اگر کچھ عناصر معاشرے میں دین کے ساتھ ان دلائل کے باوجود انحراف پسندانہ معاملہ کرنا چاہیں تو وہ جانیں اور ان کا خدا۔ دلیل کی دنیا میں اہلِ حق کسی فضول بات کو نہ چلنے دیں گے۔ جبریت کے حربے سے آپ اگر قرآن و حدیث کا حلیہ بگاڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو ایسے فیصلے دیر تک چلا نہیں کرتے۔ براہ کرم جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے اُسے غور سے پڑھیے۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)

ادارہ کے کرم فرماؤں سے ضروری التماس

- براہ کرم ادارہ کی طرف سے ارسال کردہ وی۔پی۔پی واپس نہ کریں خریداری یا آرڈر منسوخ کرانا ہو تو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ وی۔پی۔پی واپس کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے اور اس سے ادارہ کو نقصان ہوتا ہے۔

مینجر

ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ دربار مارکیٹ نزد داتا دربار لاہور